ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

تجلیات محمد ﷺ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت ابوالبرکات شیخ احمد فاروقی بدرالدین سرہندی جو مجدد الف ثانیؒ کے نام سے معروف روزگار ہیں، ان کے عہد ساز و ہمہ گیر کارناموں کی تفصیلات جاننے کے لئے حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب کی کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مطالعہ کیجئے، یا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تاریخ دعوت و عزیمت کی متعلقہ جلد کا۔ اس موقع پر شیخ محمد اکرام کے سلسلۂ کوثریات کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ اس نے اپنے بعض تحفظات کے باوجود حضرت مجدد کے کارناموں کی تفہیم میں مدد دی ہے۔ لیکن اقبال کے چار شعروں میں ان کی شخصیت، ان کا مرتبہ اور ان کا تجدیدی کارنامہ یہ سب سمٹ آیا ہے۔ اور ان ہی اشعار کو ہم اپنے مضمون کا ابتدائیہ بنا رہے ہیں۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے زروں سے شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں — اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

ان اشعار میں حضرت شیخ سرہندی کے واقف اسرار ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے اس نفس گرم کا بھی تذکرہ ہے، جس نے مسلمان کو مغل حکمرانوں کی لادینیت کے سامنے سر جھکانے سے بچالیا۔

شیخ عبدالواحد علیہ الرحمہ کا یہ بیٹا چودہ شوال ۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم میں حفظ قرآن بھی شامل ہے، اکابر علما کے حفظ قرآن سے یہ نکتہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ ان کے سارے معارف و اسرار کا چشمہ کتاب اللہ ہے، وہ جس موضوع پر سوچتے، جس پر لکھتے، جو کچھ کہتے کلام اللہ کی آیات ان کا پیش لفظ بن جاتیں۔ شیخ سرہندی نے ۱۷ سال کی عمر میں مروجہ درسی تعلیم کی تکمیل کر لی۔ والد

بھی بڑے عالم اور صوفی تھے،، اس لئے علم اور سلوک کی راہیں ساتھ ساتھ طے ہوئیں ۔ یہ کتابی علم اور سلوک کی منازل ان کو ایک بڑے معرکے کے لئے تیار کر رہی تھیں۔ اکبر آباد دارالحکومت تھا،۲۲ سال کی عمر میں حضرت شیخ سرہندی نے اکبر آباد (آگرہ) کا رخ کیا، یہ سنت الٰہی ہے کہ وہ ابنیاء، صالحین اور صدیقین کو ان معرکوں کے لئے تیار کرتا ہے، جن سے نبرد آزما ہونا ان کے مقدر میں لکھا ہو۔ یہ کہانی حضرت موسیٰ سے شروع ہوتی ہے اور کون جانے کے قیام قیامت تک اور کتنے افراد کو اس طرح تربیت دی جائے گی۔

اکبر آباد میں والی اکبر آباد نے اپنی بیٹی کا عقد شیخ احمد سے کرنے کی درخواست کی، جس کو ان کے والد نے قبول کرلیا۔ رسم و رہ خانقاہی تو حضرت شیخ کے خمیر میں گندھی ہوئی تھی، اب وہ طریق خسروانہ سے بھی واقف ہوگئے، اور سرہند لوٹ گئے ۔ جب حضرت شیخ احمد سرہندی سفر حج کے لئے روانہ ہوئے تو دلی کے دوران قیام حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملاقات ہوئی، روحوں نے نگاہوں کے ذریعے ایک دوسرے کو پہچانا، اور حضرت شیخ احمد نے کچھ دن حضرت خواجہ باقی باللہ کے ساتھ قیام کیا، جلد ہی یہ مناسبت بیعت میں تبدیل ہوگئی ، اور حضرت خواجہ باقی باللہ نے شیخ احمد سرہندی کو سلسلہء نقشبندیہ میں داخل کرلیا، دوسری ملاقات میں کچھ عرصے کے بعد شیخ کو خلافت دی گئی، اور تیسری ملاقات میں خواجہ صاحب شیخ کے استقبال کے لئے دلی سے کوسوں باہر تشریف لے گئے ۔ اسی ملاقات میں انہوں نے اپنے دو کمسن بچوں کو حضرت شیخ کے حوالے کیا، یوں یہ نسبت روحانی مستقبل کی کہانی بھی بن گئی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت شیخ سرہندی کے درمیان خط و کتابت مسلسل جاری رہی۔ ابلاغ کے طریقے ہر دور کے مطابق متعین ہوتے ہیں، اس دور میں ذاتی ملاقاتوں کے علاوہ خط و کتابت کے ذریعے ہی تعلقات استوار ہو سکتے تھے، اور پند و نصائح آنکھوں کے ذریعے روح تک پہنچ سکتے تھے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی نے ہر طبقے کے لوگوں کو بے شمار خطوط لکھے، ان میں سے وہ خطوط جو انہوں نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کو لکھے، اسرار و رموز کا گنجینہ ہیں، مگر عام پڑھنے والوں کو ان خطوط کی جگہ ان خطوط پر توجہ دینی چاہئے جو آپ نے اپنے متوسلین اور مریدین کو لکھے، امر حق کی طرف متوجہ کرنے کے لئے امرا اور ارا کین سلطنت کو لکھے، ان خطوط میں علمی نکات اور تصوف کے مسائل بھی ہیں، لیکن اس انداز سے کہ عام لوگوں کو بھی فیض پہنچ سکے، حضرت مجدد کے یہ خطوط مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے نام سے حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب نے چار جلدوں میں اردو میں ترجمہ

فرمائے ہیں، زیادہ تر خطوط فارسی میں تھے، لیکن کچھ خطوط عربی میں بھی تھے، ان چار حصوں کل دفتر کا نام دیا گیا ہے، کل دفتر تین ہیں، دفتر اول کے دو حصے ہیں، مکتوبات کے دفتر اول کے حصہ اول میں ۱۷۱ مکتوبات شامل ہیں، اور دفتر دوم میں ۱۷۲ سے ۳۱۳ تک شامل ہیں۔ ہمارے بزرگ چھوٹی سے چھوٹی باتوں میں بھی نسبت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے اس لئے آج بھی ۳۱۳ کے عدد سے ذہن میں شرکائے بدر کی یاد آجاتی ہے۔ شاہ صاحب کا یہ حسن خیال تو دیکھئے کہ انہوں نے فارسی اشعار کا ترجمہ بھی اردو اشعار میں کیا ہے، ہمارا خیال ہے کہ دنیائے اسلام کے بیشتر ملکوں میں ہر دور اور ہر صدی میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہیں مجدد کہنا زیب دیتا ہے، ان کے میدان مختلف تھے، اس لئے ایک ہی صدی میں مختلف ملکوں میں مجددیت کی شان رکھنے والے بزرگ ایک ساتھ نظر آتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی ملک میں ایک ہی صدی میں مختلف لوگ اس شان کے نظر آئیں، لیکن حضرت مجدد الف ثانی کی مجددیت اور وہ بھی الف ثانی کے لئے متفق علیہ رہی ہے، اس کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ ان کے مرتبے نے ان کے نام کی جگہ لے لی ہے، مجدد صاحب کی اصلاح دین کی کوششوں اور مجددانہ کاوشوں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، ہمارے خیال میں مجدد صاحب کی کاوشوں کے کئی رخ تھے، اور یہ پہلو باہم مربوط ہیں، سب سے پہلے تو آپ نے امراض کی تشخیص کی اور پھر مختلف طبقوں کے امراض کا علاج تجویز کیا۔ امرائے سلطنت میں دینی غیرت بیدار کی۔ علما وصوفیا کو خانقاہ نشینی کے ساتھ ساتھ رسم شبیری ادا کرنے کی دعوت دی، اور آپ کے کارناموں میں سرفہرست دین الٰہی اور اکبری الحاد کا مقابلہ اور اسے اس کے منطقی انجام تک پہنچانا ہے، کیفیت یہ ہوگئی تھی کہ سلام کی جگہ اللہ اکبر اور سلام کے جواب کی جگہ جل جلالہ نے لے لی تھی، اللہ اکبر میں اشارہ اکبر کی برتری کی طرف تھا اور جل جلالہ میں اس کے استقلال کی طرف، ہندو مہارانیوں کی خوشنودی کی وجہ سے گائے کی قربانی پر تو پابندی تھی، سور کا گوشت اور شراب حلال اور طیب قرار دی گئی تھی، بادشاہ کو ظل سبحانی قرار دے کر اسے سجان کا قائم مقام بنا دیا گیا، ہر صبح بادشاہ جھروکے سے درشن دیتا۔ ہندوانہ رسمیں زندگی کا معمول بن گئیں، یہ انتہائی خطرناک صورت حال تھی، کیونکہ دین معاشرے ہی میں زندہ رہتا ہے۔ ایک اور فتنہ بھی اس سے کم نہ تھا، وہ تھا علما اور درویشوں کا طرز عمل، اکبر ابتدا میں ایک راسخ العقیدہ نہیں، خوش عقیدہ مسلمان تھا، بزرگان دین کے مزاروں پر حاضری دیتا، اور علمی مجالس منعقد کراتا، لیکن ان مجلسوں میں علما نے اپنی نشستوں کی ترتیب اور قطار بندی پر جھگڑے شروع کر دیئے، اس جاہ پرستی کے ساتھ ساتھ مسلکی اختلافات نے سر ابھارا اور اس کے بعد ہی دوسرے مذاہب کو

اسلام کے مقابل کھڑا کیا گیا، پھر شیخ مبارک اور ان کے بیٹوں نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ معاذ اللہ دور نبوت محمدی سے اختتام کو پہنچا، حضرت مجدد الف ثانی نے اکبری دور کے ان فتنوں کا بھی سد باب کیا، جو عہد جہانگیری میں قائم تھے، آپ نے علما کو مسلکی اختلاف اور جاہ پرستی سے منع فرمایا، اور درویشوں کو تزکیۂ نفس کی طرف راغب کیا، یہی دراصل دین کی اندرونی قوت تھی، اور آپ نے محسوس کیا کہ اس اندرونی اور حقیقی قوت کے بغیر دینی ڈھانچہ سلامت نہیں رہ سکتا، اسی کے ساتھ ساتھ حضرت مجدد نے ان خلفاء اور حق پرستوں کی فصل تیار کی جو اسلام کے باغ کے لئے موسم بہار ثابت ہوئی۔

ان سب کاوشوں اور کوششوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کی استواری کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، حضرت مجدد نے اس رشتے کو دو سطحوں پر استوار کیا۔ ایک تو جذباتی سطح، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اپنے آپ اپنے والدین اور سارے انسانوں سے زیادہ عزیز ہو جائے، اور دوسری علمی اور ذہنی سطح، جس سے مرتبۂ محمدی کا ادراک ہو سکے، مکتوبات مجدد الف ثانی میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور نبوت کے عجب عجب گوشے سامنے آتے ہیں، جو علمی شان بھی رکھتے ہیں، اور وجدانی کیفیت بھی، مگر ہم اپنے اس مطالعے میں بعض نکات کی طرف بوجوہ توجہ نہیں دے سکیں گے، مثلاً نبوت محمدی اور ولایت محمدی کے مسائل، ان کا فرق، اور ان کی افضلیت کا معاملہ، حالانکہ مجدد صاحب کا نقطۂ نظر بہت واضح ہے، وہ نبوت محمدی کو اصل سمجھتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک آج یہ مسائل چنداں قابل التفات نہیں ہیں، اسی طرح کمال ذاتی اور جمال ذاتی کے مسائل۔ ہم مکتوبات شریف سے انہی مسائل اور نکات کو پیش کریں گے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ان کی ذات سے مسلمان کی وابستگی، نبوت محمدی کے اثرات اور ان اثرات سے امت کی اصلاح سے متعلق ہیں، اس مطالعے میں بعض مسائل کا ذکر تو کیا گیا ہے، لیکن ان کی تفصیلات سے گریز کیا گیا ہے۔

(۲)

مکتوبات مجددیہ میں حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات وصفات کا دفتر اپنی ایک الگ شان رکھتا ہے، اور حق تعالیٰ کی صفات اور احسانات میں نبوت کا اجرا بھی شامل ہے، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے علاوہ مجدد صاحب نے جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا ذکر کیا ہے وہاں اس کے رسولوں اور خاص طور پر رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ بھی آیا ہے، دفتر دوم کے مکتوب ۳۷ کے مکتوب الیہ ملا عبد الحی جو دفتر دوم کے جامع تھے، ان کے نام مجدد صاحب کے پانچ خطوط ہیں۔ ایک خط کلمہ

طیبہ لا الہ الا اللہ کے فضائل اور بیان سے متعلق ہے، خط کا آغاز یوں ہوتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، لا الہ الا اللہ حضرت رب جل سلطانہ کے غضب کو ٹھنڈا کرنے والی اس کلمے سے زیادہ کوئی چیز نفع بخش نہیں، جب یہ کلمہ طیبہ آگ میں داخل ہونے کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے تو دوسرے قسم کے غضب کو جو اس سے کم ہیں بطریق اولیٰ تسکین دیتا ہے۔(۱)

آگے چل کر مجدد صاحب فرماتے ہیں:

(یہ فقیر) اس کلمہ طیبہ کو رحمت کے ان ننانوے خزانوں کی کنجی محسوس کرتا ہے جن کو آخرت کے لئے ذخیرہ کیا گیا ہے، اور جانتا ہے کہ ظلمات کفر اور کدورات شرک کو دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ سے بڑھ کر شفاعت کرنے والی دوسری کوئی چیز نہیں۔(۲)

مجدد صاحب کلمہ طیبہ اور کلمہ طیبہ کی شفاعت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو ہم رشتہ کر دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

جس طرح اس امت کے کبیرہ گناہوں کی سزا کے دفع کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نافع اور کارگر ہے (اسی طرح کلمہ طیبہ کی شفاعت بھی)۔(۳)

حضرت مجدد الف ثانی نے اس مکتوب میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو رحمت کے ننانوے خزانوں کی کنجی قرار دیا ہے، اور اس سے اسمائے الٰہی کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، ان ننانوے ناموں میں (بعض روایات کے مطابق یہ زیادہ ہیں) ہر رحمت ہر احسان آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مجدد صاحب نے علمی اور وجدانی دلیلوں کو یکجا کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بدیہی قرار دیا ہے، صرف نبوت کو نہیں بلکہ آپ کے پیغام یعنی اسلام کو بھی۔ مجدد صاحب کے قول کے مطابق یہ نبوت اس درجہ بدیہی ہے کہ اس کے لئے فکر و دلیل کی ضرورت نہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ انسان فکری اور اخلاقی طور پر صحت مند ہو، اخلاقی برائیاں نگاہ کی کمزوری کی طرح ہوتی ہیں، اتنے مشکل مسئلے کو مجدد صاحب نے دفتر اول کے مکتوب نمبر ۴۶ میں اس طرح پیش فرمایا ہے:

حق تعالیٰ وتقدس کا وجود اور اسی طرح اس کی وحدت بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بلکہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں وہ سب بدیہی ہیں اور کسی فکر و دلیل کے محتاج نہیں ہیں بشرطیکہ انسان کی قوت مدرکہ تمام ردی آفتوں اور باطنی بیماریوں (مثلاً تکبر، حسد، طول امل، طمع، ریا اور بغض وغیرہا) سے صحیح وسالم محفوظ ہو۔ (۴)

اس قول سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور مرتبے کو سمجھنے کے لئے آدمی کا فکری طور پر معتدل اور صحت مند ہونا ضروری ہے، محض استدلال سے یہ منزل حاصل نہیں ہوتی۔ یعنی ایمان کے حصول کے لئے قلبی امراض کو دور کرنا ضروری ہے:

اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ استدلال کا میدان بہت تنگ ہے اور دلیل کے ذریعے یقین کا حاصل ہونا بہت دشوار ہے، پس یقینی ایمان حاصل کرنے کے لئے قلبی امراض کو دور کرنے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ (۵)

حضرت مجدد الف ثانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی محمد احمد کے اسرار و رموز سے بھی بحث کی ہے، اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم امت مسلمہ کے درود وسلام میں شامل ہے، اذان میں شامل ہے، نماز میں شامل ہے، اور احمد کے بارے میں مجدد صاحب کا ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم آسمان والوں میں بہت معروف ہے، پھر اسم مبارک ذات احد جل شانہ سے بھی بہت قربت حاصل ہے، اور احمد کا میم قرآن مجید کے حروف مقطعات میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے، مجدد صاحب فرماتے ہیں:

اور احمد آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا اسم ہے جو آسمان والوں میں معروف ہے جیسا کہ علما کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو خود اہل سمٰوات میں سے ہو گئے ہیں آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت اسم احمد کے ساتھ دی ہے، (نیز) اس اسم مبارک کو ذات احد جل شانہ کے ساتھ بھی بہت زیادہ تقرب ہے۔ (۶)

اسی طرح میم جو کہ احمد میں اندراج پائے ہوئے ہے وہ قرآن مجید کے حروف مقطعات میں سے ہے، جو سورتوں کے شروع میں نازل ہوئے ہیں اور بڑے دقیق اسرار میں سے ہیں اور اس حرف مبارک میم کو آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے ساتھ ایک خاص خصوصیت حاصل ہے۔(۷)

حضرت مجدد الف ثانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام خلت، مقام قربت پر مختلف خطوط میں بحث کی ہے، اور اس کے بعد اس نکتے کو واضح کیا ہے کہ شریعت محمدی تمام شریعتوں کو جامع ہے، جب ہم یہ کہتے ہیں کہ شریعت محمدی تمام شریعتوں کی جامع ہے تو ہم اس کی حقیقت کو زیادہ بسط بنا دیتے ہیں، اس لئے کہ قرآن تمام کتب سماوی کا مہیمن ہے، اور یہ سلسلۂ رشد و ہدایت ایک ہی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار تمام رسولوں کی تکذیب کے برابر ہے، یہ حقیقت کبریٰ قرآن مجید میں متعدد بار دہرائی گئی ہے، مگر یہ بات یاد رہے کہ اگر چہ یہ ہمارا ایمان ہے کہ **لانفرق بین احد من رسلہ** مگر اس کی یہ تعبیر ہرگز درست نہیں کہ تمام انبیائے کرام ہم مرتبہ ہیں، ہم نبی ہونے کی حیثیت سے ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے، لیکن یہ حقیقت بھی قرآن نے واضح کی ہے کہ

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (۸)

حضرت مجدد الف ثانی اس حقیقت کو اس طرح روشن فرماتے ہیں:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسمائی و صفاتی کمالات کے جامع ہیں، اور ان سب (اسماء و صفات الٰہیہ) کے اعتدال کے طور پر مظہر ہیں، جو کتاب آپ پر نازل ہوئی وہ ان تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ (نچوڑ) ہے جو تمام انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں اور نیز وہ شریعت جو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی ہے، تمام گزشتہ شریعتوں کا خلاصہ (عمدہ حصہ) ہے، اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے موافق ہیں سب سابقہ شریعتوں کے اعمال میں سے منتخب ہیں۔(۹)

یہ ایک ایسا نکتہ ہے کہ مجدد صاحب بار بار اپنے مخاطبین کو اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں، کیونکہ اس نکتے کو سمجھنے والے ہی سلسلۂ رشد و ہدایت کے سر وحدت تک پہنچ سکتے ہیں، اور وہی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا اللہ کتنا لطیف و خبیر ہے، حضرت مجدد صاحب کا اس نکتے پر اصرار کرنے کا مفہوم دوسرے الفاظ میں انسانی تاریخ کے تسلسل کی طرف اشارہ ہے:

پس اس میں کوئی شک نہیں کہ اس شریعت کی تصدیق کرنے والے (خیر الامم) تمام امتوں سے بہتر ہوئے، اور اسی طرح اس شریعت کو جھٹلانا اور اس کے

موافق عمل نہ کرنا تمام سابقہ شریعتوں کو جھٹلانا اور ان کے موافق عمل نہ کرنا ہے، اور اسی طرح آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرنا تمام اسمائی و صفاتی کمالات کا انکار کرنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا ان سب کی تصدیق کرنا ہے۔(۱۰)

مجدد صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے، یہ ذکر فضائل سیرت کا حصہ ہے، اسی کے ساتھ ساتھ طریقت کے رموز بھی اس میں آگئے ہیں، اور حقیقت محمدی کے سمجھنے سے حقیقت کائنات اور منشائے تخلیق بھی سامنے آتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں مجدد صاحب اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طریقت وحقیقت پر حاوی ہے، اور شریعت کی تکمیل کا ثبوت ہے، اس سلسلے میں انہوں نے جن آیات سے استنباط کیا ہے وہ یہ ہیں:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم (۱۱)

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ، عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم (۱۲)

اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ (۱۳)

سورۂ انعام کی اس آیت کے متعلق حضرت مجدد فرماتے ہیں:

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس تیسری آیت کریمہ میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا ہے(۱۴)

اور یوں حضور مخلوق کو خبردار کرنے والے قرار پائے۔

ادب کے لفظ کو مجدد صاحب نے ایک مستقل اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے اور اس کے لئے ایک حدیث کو اپنے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے، اور احسن ادب سے مجدد صاحب نے ظاہر و باطن کا مجموعی ادب مراد لیا ہے، اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی

میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس مجھ کو بہت ہی اچھا ادب سکھایا۔

اور باطن ظاہر کی تکمیل کرنے والا ہے اور اس کو مکمل کرنے والا ان دونوں میں بال بھر بھی مخالفت نہیں رکھتا۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل

میں جھوٹ کا خیال بھی نہ آنے دینا طریقت وحقیقت ہے (یعنی) اگر یہ خیال کا نہ آنے دینا تکلف اور مشقت سے ہے تو طریقت ہے اور اگر تکلف کے بغیر حاصل ہے تو حقیقت ہے، پس دراصل باطن جو کہ طریقت وحقیقت کہلاتا ہے ظاہر کو جو کہ شریعت ہے پورا اور کامل کرنے والا ہے۔(۱۵)

ان تمام فضائل کو مجدد صاحب حقیقت محمدی سے وابستہ کرتے ہیں اور اسے ظہور اول قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام حقائق اس حقیقت کے اظلال یا سائے ہیں:

حقیقت محمدی علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا ظہور اول ہے اور حقیقت الحقائق اس معنی میں ہے کہ دوسرے حقائق خواہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے حقائق ہوں یا ملائکہ عظام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق سب اس کے ظلال کی طرح ہیں اور وہ تمام حقائق کی اصل ہے۔(۱۶)

ان رموز اور حقیقت محمدی کو مجدد صاحب محض ایک نظری مسئلہ نہیں سمجھتے، بلکہ اس کو اس امت کی نجات اور طریقہ حیات سے منسلک کر دیتے ہیں، یہ اہم نکتہ ہے کیونکہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کی فلاح کے لئے ہوئی تھی، تاکہ ایک ایسا گروہ وجود میں آئے، جو خیر امت ہو، اور تمام انسانوں کے لئے ایک نمونہ بن سکے، ایک ایسا گروہ جو زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل میں اور جزئیات میں سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھے، اسی لئے مکتوبات شریف میں پیروی سنت کا مضمون طرح طرح سے پیش کیا گیا ہے، یہ تنوع صرف زبان واسلوب کا نہیں ہے، بلکہ اس میں مکتوب الیہ کی ذہنیت، علمی صلاحیت اور روحانی مدارج کو پیش نظر رکھا گیا ہے، بعض مقامات ایسے ہیں کہ اتباع سنت ایمان کی ایک شرط کی طرح ہمارے سامنے آتی ہے، کہیں اتباع سنت کو علو مدارج کی تدبیر کے طور پر پیش کیا گیا ہے، مجدد صاحب اطاعت رسول کو اطاعت اللہ کی عملی شکل قرار دیتے ہیں، اس آیت قرآنی میں **مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ** (۱۷) کی تفسیر میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اطاعت رسول کو عین اپنی اطاعت قرار دیا ہے، لہٰذا حق تعالیٰ عز وجل کی وہ اطاعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت (واتباع) کی شکل میں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے اور اس حقیقت کی تاکید وتحقیق کے لئے کلمہ قد تاکید یہ لایا گیا ہے، تاکہ کوئی بوالہوس ان دونوں

اطاعتوں میں فرق نہ کرے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔ (۱۸)

مجدد صاحب عام طور پر قرآن وحدیث کے معنوی نکات پر بحث کرتے ہیں، لیکن اس آیت کی تفسیر میں انہوں نے تاکید یہ کلمہ قد کے لغوی پہلو پر زور دیتے ہوئے مفہوم کو واضح کیا ہے۔

اتباع سنت کو مجدد صاحب دل کو صیقل کرنے کا نسخہ قرار دیتے ہیں، آپ کے نزدیک شریعت محمدی کی اساس سنت نبوی ہے، جو تمام شریعتوں کی جامع ہے، مجدد صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت اور آپ کے دشمنوں سے کمال بغض کو کسی کے ایمان کے ناپنے کا پیمانہ سمجھتے ہیں، اور اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ اتباع سنت کے مدارج سے انسان کی روحانی ترقی کا اندازہ ہو جاتا ہے، مجدد صاحب اس نکتے کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ سنت کا تعلق عبادت سے ہے، عرف اور عادت سے نہیں، ہمارے خیال میں مجدد صاحب نے یہ نکتہ ایک شرعی مسئلے کی طرح بیان کیا ہے، ورنہ ان کے مسلک میں عادات، خورد ونوش، آداب ن نشست و برخاست یہ سب باتیں سنت کے احاطے میں آجاتی ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے جو اسلوب اختیار کیا ہے، اس سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے اور ان کا نقطہ نظر اس حوالے سے واضح ہو جاتا ہے:

> آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو قسم کا ہے: ایک عبادت کے طریقے پر ہے اور دوسرا عرف و عادت کے طور پر، وہ عمل جو عبادت کے طریقے پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنا ہے اور وہ مردود ہے۔ اور وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ نہیں جانتا اور اس کے منع کرنے میں مبالغہ نہیں کرتا کیونکہ اس کا تعلق دین سے نہیں اور اس کا ہونا نہ ہونا عرف وعادت پر موقوف ہے۔ (۱۹)

اتباع سنت سے مدارج روحانی کا کیا تعلق ہے؟ اس مسئلے پر حضرت مجدد نے اپنے ایک مکتوب میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے، ہم نے اس سلسلۂ مضمون میں مکتوب الیہم کے ناموں کا اور ان کے حالات کا ذکر نہیں کیا ہے، لیکن اس مکتوب الیہ کا ذکر بوجوہ کیا جاتا ہے، یہ خط سید شاہ محمد مرحوم کے نام لکھا گیا، دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے، اور مکتوب الیہ کے حالات بھی معلوم نہیں، اس خط کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ نے حضرت مجدد الف ثانی سے کچھ

سوالات کئے تھے، اور ان سوالات کے جوابات اس مکتوب میں درج کئے گئے ہیں، بنیادی سوال متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درجوں کا تھا، حضرت مجدد کے مدارج اتباع سنت کو مختصراً پیش کیا جاتا ہے:

پہلا درجہ عوام اہل اسلام کے لئے ہے، یعنی تصدیق قلبی کے بعد اطمینان نفس سے پہلے جو کہ درجۂ ولایت سے وابستہ ہے احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنت سنیہ کی متابعت ہے...... متابعت کا دوسرا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اقوال واعمال کی متابعت ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اخلاق کا درست کرنا اور بری عادتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا ازالہ کرنا وغیرہ...... متابعت کا تیسرا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان احوال واذواق اور مواجید کی متابعت ہے جو ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں، یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہوں، جب مرتبۂ ولایت اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو نفس بھی مطمئنہ ہو جاتا ہے اور طغیان وسرکشی سے باز آ جاتا ہے...... اتباع کا یہ درجۂ چہارم علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ مخصوص ہے، جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں...... عالم راسخ وہ ہے جس کو کتاب وسنت کے متشابہات کی تاویل سے بہت حصہ حاصل ہو اور قرآن کریم کی سورتوں کے اوائل میں جو حروف مقطعات ہیں ان کے اسرار سے بھی بہرہ ور ہو...... متابعت کا پانچواں درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم وعمل کا کوئی دخل نہیں بلکہ ان کا حصول خداوند جل سلطانہ کے محض فضل واحسان پر موقوف ہے، یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے، سابقہ درجات کی اس درجے کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں...... متابعت کا چھٹا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں، جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل واحسان پر تھا اسی طرح اس چھٹے حصے میں بھی ان کمالات کا فیضان

محض محبت پر موقوف ہے جو تفضل واحسان سے بالا و برتر ہے، متابعت کا یہ درجہ بھی بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے...... متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول وہبوط سے تعلق رکھتا ہے اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ سابقہ تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام میں نزول بھی تصدیق قلبی ہے اور تمکین قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزائے قالب کا اعتدال بھی ہے۔(۲۰)

مجدد صاحب نے جو پہلا درجہ قائم فرمایا ہے، وہ عوام اہل اسلام کے لئے آج کے حالات میں ایک خواب معلوم ہوتا ہے، یعنی تصدیق قلبی کے بعد اطمینان نفس سے پہلے احکام شرعیہ کا بجالانا، اور سنت کی متابعت پر آج عابد وزاہد اور عام علما بھی اتباع کے اس پہلے مرتبے پر فائز نظر نہیں آتے، زیادہ تشویش ناک یہ بات ہے کہ اتباع سنت کے نام پر جہالت قدیمہ کی جگہ جاہلیت کی نئی شکلیں رونما ہو رہی ہیں، دوسرے درجے میں مجدد صاحب نے اخلاق کی درستگی اور باطنی امراض سے نجات کو رکھا ہے، اسلام میں اخلاق کا تصور اور تعریف دونوں تمام دوسرے نظاموں سے مختلف ہے، اسلام ہی اخلاق وفرائض اور حقوق کے باہمی رشتے کا نام ہے، اور آج ہم حقوق وفرائض کی ادائیگی کے تصور سے بہت دور جا چکے ہیں، اور بری عادتوں کا احساس بھی باقی نہیں رہا، بلکہ وہ حسنات میں داخل ہوگئی ہیں، ہماری بات کو سمجھنے کے لئے علما ومشائخ کے کسی اجتماع پر نظر ڈالئے، کیسی کیسی زریں قبائیں اور شملے نظر آئیں گے، سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی میں اخلاق پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسا فاخرہ لباس جو اپنے آپ کو دوسروں سے ممتیز کرنے کے لئے پہنا جائے وہ بھی تکبر میں شامل ہے۔ متابعت کا تیسرا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احوال سے تعلق رکھتا ہے، جو درجہ ولایت پر فائز لوگوں کے ذوق کے مطابق ہو، یہ وہ درجہ ہے کہ جہاں نماز ادا کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی حقیقت وکیفیت سے اپنے آپ کو آشنا کرانے کی سعی وجہد کرے گا، اسے مجدد صاحب کے الفاظ میں حقیقت متابعت کہہ لیجئے، روزہ رکھنے والے کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا ذوق شوق ہوگا، اور وہ صوم کی انہی کیفیات سے گزرنے کی کوشش کرے گا، اتباع درجۂ چہارم جیسا کہ آپ نے پڑھا علمائے راسخین کے ساتھ مخصوص ہے، اس تسکین قلب کے بعد نفس کے اطمینان کا درجہ ہے، اس درجے پر فائز قرآن مجید کے متشابہات، اسرار ورموز کو اپنے نفس پر وارد ہوتے ہوئے محسوس کرتے ہیں، یہ درجہ محض ریاضت سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ یہ درجہ انبیائے کرام کی اور بالخصوص سرور کائنات کی اتباع کامل کے نتیجے میں حاصل ہوسکتا ہے، یہ وہ

لوگ ہیں جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت کی پیروی کے بعد کسی نئی بات پر عمل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بدعت سیئہ تو اپنی جگہ ان کے ہاں کسی بدعت حسنہ کی بھی گنجائش نہیں ۔ کیونکہ وہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان کے تمام احوال و مسائل پر محیط جانتے ہیں، ورنہ مجدد صاحب کے زمانے ہی میں یہ حال ہو چکا تھا کہ ''اس زمانے کے اکثر علما بدعتوں کو رواج دینے اور سنتوں کو محو کرنے میں مشغول ہیں''(۲۱)

آج کے حالات میں انہی چار درجوں کا ذکر ہم کافی سمجھتے ہیں، وہ مقامات جن کا تعلق نزول و ہبوط سے ہے، ان کا چھیڑنا محض ایک نظری بات ہوگی۔

اتباع سنت کے سلسلے میں مرزا بدیع الزماں کے نام ایک خط میں مجدد صاحب متابعت سنت کو دنیا کی زیب و زینت سے متصادم قرار دیتے ہیں، اور اس نکتے کو یوں بیان فرماتے ہیں:

> باقی نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت لازم پکڑیں کیونکہ آخرت کی نجات آپ کی متابعت کے بغیر محال ہے، اور دنیا کی زیب و زینت کی طرف التفات و توجہ نہ کریں اور دنیا کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کو کوئی اہمیت نہ دیں۔(۲۲)

یہاں تصوف کا وہ اعلیٰ درجہ سامنے آتا ہے، جس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ اہل ہمت کو دوں فطرت لوگوں سے الگ کیا جا سکے، دنیا میں ساری لذت اسی لئے تو پیدا کی گئی ہے کہ ان عالی ظرفوں کی شناخت ہو سکے جو دامن جھاڑتے ہوئے عیش و عشرت کے طوفان سے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں، غالب کا یہ شعر دیکھئے۔

ہنگامۂ زبونی ہمت انفعال
حاصل نہ کیجئے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا ذکر مکتوبات شریف میں اکثر دعا کی صورت میں ڈھل جاتا ہے، کہ اے اللہ ہمیں سید المرسلین والآخرین کی متابعت کی دولت سے سرفراز فرمایئے، اور آپ کی اس متابعت میں عبادات سے لے کر روزمرہ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے اعمال بھی شامل ہیں، مثلاً قیلولہ۔

> آپ کی پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ تمام دنیاوی لذات اور اخروی تنعمات سے مرتبے میں کہیں زیادہ بڑھ کر ہے، تمام فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

روشن سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے، اور تمام بزرگی احکام شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا (قیلولہ) اگر اتباع سنت کی نیت سے ہو تو کروڑوں شب بیداریوں سے بہتر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں نہ ہوں اولیٰ و افضل ہے۔(۲۳)

آدمی کی ساری عبادت و ریاضت میں اگر متابعت سنت کا خیال نہیں ہے تو اس کے خاطر خواہ نتائج و ثمرات حاصل نہیں ہو سکتے، بقول شیخ مجدد:

تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی پیروی میں ہے، اور تمام فسادات کی جڑ شریعت کی مخالفت کرنا ہے۔(۲۴)

اللہ تعالیٰ کا اجر اس کے اختیار کے تابع ہے، مگر یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ:

(سنت کے موافق) ایک ساعت کا عمل ہو سکتا ہے کہ اجر میں ایک لاکھ برس کے نیک عمل کے برابر ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہوتا ہے۔(۲۵)

اتباع سنت کے سلسلے میں ایک اور نکتہ سامنے رکھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ صحابۂ کرام کا قول اور عمل بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیلی صورت ہے، ہم تک آثار و سنن کا جو ذخیرہ پہنچا ہے وہ انہی نفوس قدسیہ کی وساطت سے پہنچا ہے، صحابہ میں یہ سب سے پہلے سابقون الاولون آتے ہیں، جنہوں نے ابتدائے رسالت سے اس اختتام حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آپ کے اعمال و سنن کا مشاہدہ کیا اور ان کا اتباع کیا اور جن کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے، ہم ان سنتوں کو جان سکتے ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر حیات تک جاری رکھا، یہ صحابہ کرام ہی ہیں جن کے لئے قرآن کی یہ سند موجود ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ یہ صحابۂ کرام ہی ہیں جن کو دوسروں کے ایمان کی تصدیق کا پیمانہ مقرر کیا گیا ہے، یہ صحابہ کرام ہی ہیں جو ہماری نجات کے راستے کی نشاندہی کرتے ہیں، ہمارے لئے یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ تہتر فرقوں میں سے نجات حاصل کرنے والا گروہ کون سا ہوگا؟ اس فرقے کی نشاندہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے کہ ما انا علیہ و اصحابی۔ حضرت مجدد صاحب اس معاملے میں بہت واضح انداز میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں:

(اگرچہ) تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ شریعت کی اتباع کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنی

نجات کا یقین رکھتا ہے (جیسا کہ آیت شریفہ) **کل حزب بما لدیھم فرحون** (۲۶) (یعنی ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔) ان کے حال کے مطابق ہے، لیکن پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک ناجیہ (نجات پانے والا) فرقے کی تمیز کے لئے جو دلیل بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے۔ **الذین ھم علی ما انا علیہ واصحابی** فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اس طریقہ پر ہو جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔ صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والتحیۃ کا ذکر (جس طریقے پر میں ہوں) کافی ہونے کے باوجود اس مقام پر اصحاب کرام کا ذکر اسی لئے ہو سکتا ہے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کے جو میرا طریقہ ہے وہی میرے اصحاب کا طریقہ ہے۔ لہذا نجات کا طریقہ ان حضرات کی اتباع پر موقوف ہے۔ (۲۷)

حضرت مجدد کا فرمان یہ ہے کہ صحابۂ کرام کے طریقے کی پیروی کے بغیر اتباع سنت کا دعویٰ باطل اور جھوٹ ہے، اس خیال کی روشنی میں آج کے مفسرین اور آج کے شارحین دین کے احوال پر نظر ڈالئے جو اسلام کی ایک نئی صورت ہمارے سامنے لا رہے ہیں اور کسی نہ کسی جماعت یا گروہ کے مفادات کی خاطر اسلام کی نئی توضیح کر رہے ہیں، اسی طور پر ان گروہوں کے ساتھ ہمدردی ہی ہو سکتی ہے اور ان کے لئے دعائے ہدایت ہی کی جا سکتی ہے جو اصحاب رسول رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتے ہیں، اگر اتباع کے مقام بلند سے نظر ڈالی جائے تو صحابہ کرام کے حق میں طعن کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں طعن کرنے کے برابر ہے، اسی خط میں (۲۸) حضرت مجدد صاحب نے اس حقیقت کو بھی ظاہر فرمایا ہے کہ صحابہ کرام پر طعن ان کی ذات تک محدود نہیں۔ بلکہ اس کا رشتہ ان اعمال، ان احکام اور ان نواہی سے بھی ہے جو ان کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں، مجدد صاحب فرماتے ہیں:

> جو شرعی احکام قرآن وحدیث کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں وہ سب انہی (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کی نقل و روایت کے وسیلے سے ہیں، جب وہ (اصحاب کرام) مطعون ہوں گے تو ان کی نقلیں اور روایتیں بھی مطعون ہوں گی۔ (۲۹)

صحابۂ کرام پر طعن کرنے والے اپنے موقف کی حمایت میں یہ بات کہتے ہیں کہ ہم صحابۂ کرام

میں سے کئی کو اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں، اور وہ اس سلسلے میں سلمان فارسی، حضرت مقداد، صہیب رومی، اور بلال حبشی کی نام لیتے ہیں، ان کے اس عمل یا منطق کی کوئی بنیاد نہیں، کیونکہ اصحاب بدر اور اصحاب بیعت رضوان کی منزلت کی شہادت خود رب ذوالجلال نے دی ہے اور یہ نکتہ بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ کا ساتھ دیا۔ انہیں مشورہ دیا، ان کی خیر خواہی کی اور ان سے بیعت فرمائی، یوں عمل علی سے انکار دراصل خود حضرت علی کے مرتبہ اور ان کی صداقت سے انکار کے مترادف ہے۔

صحابۂ کرام کے علوئے مرتبہ کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت سے ہے، صحابی ہونا ایک ایسا شرف ہے کہ اس میں کوئی غیر صحابی شریک نہیں ہوسکتا، قرآن مجید کی یہ آیت مقدسہ اسی یکجائی، اسی شرف کی شہادت ہے کہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ج كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (۳۰)

ظاہر یہ ہے کہ تمام صفات بعد کے لوگوں میں موجود تھیں، اور بعد کے لوگوں میں بعض سابقون الاولون کی شان رکھتے ہیں، قرآن مجید میں اس کا اشارہ موجود ہے، لیکن ابو بکر جیسا محبت کا فیض، عمر جیسی جلالت، اور کفر شکنی، عثمان جیسی مومنوں پر شفقت اور علی جیسے سجدے کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا ساز نے ان کے سینوں کو ہوا و ہوس سے پاک کر دیا۔ اور اپنی زندگی کی ہر صلاحیت اور ہر قوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں صرف کی، ان کے دن رات اللہ اور اس کے رسول کے لئے تھے، انہوں نے اپنی آواز کو رسول کی آواز سے پست کر لیا تھا، اگر اتنی سی بات پوچھی جاتی کہ آج کون سا دن ہے؟ تو جواب میں کہتے کہ اللہ اور رسول کو بہتر معلوم ہے۔ مجدد صاحب ایک مکتوب میں مرتبۂ صحابہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

(صحابہؓ) کے نفوس حضرت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کی صحبت میں ہواؤ ہوس سے پاک وصاف ہو چکے تھے اور ان کے سینوں سے عداوت وکینہ نکل چکا تھا۔ اور ان کو واضح ہو جائے گا کہ یہی وہ اکابر دین اور کبرائے اسلام ہیں جنھوں نے کلمہ اسلام کے بلند کرنے اور حضرت سید الانام کی مدد اور ردین متین کی تائید میں رات دن خفیہ اور علانیہ اپنی طاقتوں اور مالوں کو خرچ کیا ہے اور اپنے خویش وقبیلوں اوو اور اولا د و ازواج وطن وگھر بار، کھیتی باڑی، کنوئیں اور باغ وانہار وغیرہ سب کچھ رسول اللہ علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کی محبت میں چھوڑ دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو اپنے نفسوں پر ترجیح دی تھی اور اپنی جان ومال اور اولاد کی محبت پر رسول اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اختیار کیا تھا یہی وہ حضرات ہیں کہ جنھوں نے وحی اور فرشتہ کا مشاہدہ کیا تھا اور معجزات وخوارق کو دیکھا تھا یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت سے اور ان کا علم عین سے بدل گیا تھا یہی وہ حضرات ہیں جن کی تعریف اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرماتا ہے: رَضِیَ اللّٰہ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (۳۱) اللہ تعالیٰ ان سے راضی اوور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ نیز: ذٰلِکَ مَثَلُھُمۡ فِیۡ التَّوۡرٰاتِ وَمَثَلُھُمۡ فِیۡ الاِنۡجِیۡلِ (۳۲) توریت اور انجیل میں ان کی یہی مثال ہے۔ یقیناً جب تمام اصحاب کرامؓ ان بزرگی اور فضائل میں شریک ہیں تو خلفائے راشدین جو تمام اکابرین صحابہ سے افضل ہیں ان کی فضلیت وبزرگی کسقدر رہوگی یہی وہ فاروقؓ ہیں جن کی شان میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا: یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ حَسۡبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (۳۳) اے نبی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہی اوور وہ مؤمن جنھوں تمہاری اتباع کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس آیہ کریمہ کے نازل ہونے کا سبب حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام ہے (۳۴)

بات صرف صحابہ کرام تک محدود نہیں یہ محض ماضی کی داستان نہیں بلکہ یہ حال کی حقیقت بھی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جاری وساری ہے، اور ان کی ذات کے طفیل مسلمانوں کو

خیر امم کہا گیا ہے، مولانا ابوالحسن علی کے خیال کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت صرف نبی آخر الزماں کی بعثت نہیں ہے، بلکہ آپ کی بعثت کے ساتھ ایک امت بھی مبعوث فرمائی گئی ہے، حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو خیر امت اس لئے قرار دیا گیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے، اور یہی سبب ہے کہ اس امت کے افراد کے لئے چھوٹا عمل بھی خیر کثیر کا ثواب رکھتا ہے، اور اس کی مثال میں مجدد صاحب نے اصحاب کہف کو پیش کیا ہے:

اصحاب کہف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تے یہ اعلیٰ درجات صرف ایک ہی نیکی کے ذریعے سے حاصل کئے ہیں اوور وہ نیکی یہ تھی کہ وہ دشمنان دین کے غلبہ کے وقت نور ایمان و یقین کے ساتھ حق تعالیٰ کے دشمنوں (کے مقام) سے ہجرت کر گئے تھے۔ (۳۵)

مجدد صاحب ہجرت کو ایک مسلسل عمل قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

اگر ظاہری ہجرت میسر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو پوری طرح مدنظر رکھنا چاہیے، مخلوق کے درمیان رہ کر ان سے الگ رہنا چاہیے (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اور امر (راستہ) پیدا فرما دے گا) (۳۶)

انہوں نے اس ہجرت کا خیال قرآن کریم سے اخذ کیا ہے، اپنی روشِ حیات کو بدل دینا یا اپنی زندگی کے نہج کو حکم الٰہی کے تابع کر کے دنیا سے کٹ جانا بھی ہجرت ہے، قرآن حکیم کے الفاظ میں:

اِنِّیْ مُهَاجِرَ اِلٰی اللّٰهِ (۳۷)

ہم نے گزشتہ سطور میں جو کچھ عرض کیا ہے ان کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، آپ کی اتباع، صحابہ کرام اور امت محمدی سے ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات، معجزات اور مختلف پہلوؤں کے بارے میں مکتوبات میں بہت سے نکتے ملتے ہیں، معراج کے سلسلے میں مجدد صاحب علما کے اختلاف کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج بدنی کے قائل ہیں، وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش و کرسی اور، مکان و زمان سے گزر کر اپنا سفر مکمل کیا لیکن انہوں نے علما کے اختلاف کا ذکر کر دیا ہے:

حضرت محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم جو محبوب رب العالمین اور تمام اولین

وآخرین موجودات میں سے بہترین ہیں باوجود یکہ معراج بدنی سے مشرف ہوئے اور عرش وکرسی سے گزر کر مکان وزمان سے بھی بالا چلے گئے، باوجود قرآنی اشاروں کے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ السلام کی رؤیت میں علما کا اختلاف ہے اور اکثر علما آنخضرت علیہ وعلی آلہ الصلوۃ کی عدم رؤیت کے قائل ہیں، چنانچہ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: والاصح انه علیه وعلی آله الصلوة والسلام ما رأی ربه سبحانه لیلة المعراج صحیح یہی ہے کہ آنخضرت علیہ علی آلہ الصلوۃ والسلام نے معراج کی شب میں اپنے رب کو نہیں دیکھا۔(۳۸)

ایک دوسرے مقام پر مجدد صاحب جسد عنصری کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اور سیر کا ذکر کرتے ہیں:

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اپنے جسد (عنصری کے ساتھ) جہاں تک حق تعالیٰ نے چاہا سیر کرائی گئی اور آپ کے سامنے جنت دوزخ پیش کی گئی (سامنے لائی گئی) اور آپ کی جانب وحی آئی جو کچھ کہ آئی اور وہاں آپ (حق تعالیٰ کی) رویت بصری سے مشرف کیے گئے اور اس طرح کی معراج آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص ہے۔(۳۹)

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا معاملہ بھی بہت نازک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں کرسکتا، یہ جزو ایمان ہے، کیونکہ قرآن نے آپ ہی کی زبانی کہلوایا ہے: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (۴۰) اور کلمہ توحید محمد رسول اللہ کا ٹکڑا مستقلاً اس کا اشارہ دے رہا ہے، اس کی وجہ جناب مالک رام (عبدالمالک) کے خیال کے مطابق مسلسل اس حقیقت کا اعادہ تھا کہ محمد اللہ کے رسول تھے، محمد اللہ کے بیٹے نہیں تھے، کیونکہ اس گمراہی میں بہت سی قومیں مبتلا ہوئیں، لیکن مجدد صاحب نے اس نکتے پر زور دیا کہ دوسرے انسانوں کی طرح ان کو بشر جاننا ان کی عظمت کا انکار ہے، یہ تفریق اور فرق ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں نظر آتا ہے، آج پاکستان کے پندرہ کروڑ باشندوں میں سے ایک لاکھ سے زیادہ شاعر ہیں، لیکن کیا ان شاعروں کا نام غالب واقبال کے ساتھ دیا جاسکتا ہے، آج کے بیشتر لیڈر عوام کی رائے کے پیچھے چلتے ہیں، کیا ان کو حقیقی قائد سمجھا جاسکتا ہے، یہ ناقص مثالیں نبیوں بالخصوص نبی آخر الزماں کے علوئے مرتبت کے لئے بالکل ناکافی ہیں، آپ کو اللہ نے گناہوں سے معصوم خلق کیا تھا، جب کہ گناہ

خمیر بشر میں شامل ہے، بشر مثلکم کا تعلق محض عناصر جسمانی سے ہے۔ اور ہم میں سے کون کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق میں کونسی مٹی استعمال کی گئی تھی، یہ نکتہ جس کی اور زیادہ تفاصیل ضروری میں مکتوبات میں یوں آیا ہے:

> جن محروموں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والسلام کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو لازمی طور پردہ (ان کے) منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے آپ علیہ السلام کو رسالت اور رحمت عالمیان کے عنوان سے جانا اور باقی تمام لوگوں سے ممتاز دیکھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو گئے اور نجات پا گئے۔ (۴۱)

ایک دسرے موقع سے مجدد صاحب خلق محمدی کے سلسلے میں فرماتے ہیں

> جاننا چاہیے کہ خلق محمدی دوسرے تمام افراد انسانی کی پیدائش طرح نہیں ہے بلکہ افراد عالم میں سے کوئی بھی فرد ان کی پیدائش کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق جل وعلیٰ کے نور سے پیدا ہوے ہیں جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: خلقت من نور الله میری پیدائش اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوئی ہے۔ (۴۲)

خلق محمدی اور ایسے ہی دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ حضرت مجدد صاحب نے حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی میں یہی فرق کیا ہے، اور یہ روحانی نکتہ سمجھئے، مجدد صاحب اس بات کو دہراتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے حاصل تھی، کنت نبیاً و آدمَ بین الماء والطین، اور مجدد صاحب حقیقت احمدیت کا تعلق عالم امر سے قائم کرتے ہیں:

> یہ بات باعتبار حقیقت احمدی کے تھی اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اسی اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ ہوئے ہیں اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور (جنھوں نے) آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات کی تشریف آوری کی بشارت اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے: وَ مُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِن بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ (۴۳) اور خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا او اس کا نام احمد

ہے۔(۴۴)

مجدد صاحب کے خطوط میں طالبان راہ حق کے مقامات اور ترقیوں کا ذکر ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام کے مراتب اور جلالت شان پر تفصیلی بحث ہے، قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہم تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں، لیکن ان کے مراتب کا فرق بھی واضح ہے، مجدد صاحب محبت ذاتیہ سے بلند تر مقام حب کو قرار دیتے ہیں، اور'' مقام رضا محبت اور حب کے مقام سے بھی بالا تر ہے، کیونکہ مرتبۂ رضا مرتبہ محبت سے بلند ہے''(۴۵)

اور آخری بات یہ کہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبے اور شان کو اس دنیا والے نہیں پہچان سکتے، کیونکہ یہاں حق اور باطل ملے ہوئے ہیں، جب یوم جزاء آئے گا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی واضح ہو جائے گی۔

> حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو اس دنیا میں کیا پا سکتے ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکتے ہیں کیونکہ اس دار ابتلا (دنیا) میں سچ جھوٹ کے ساتھ اور حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے لیکن قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی معلوم ہو جائے گی، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبروں کے امام ہوں گے اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے، اور حضرت آدم اور ان سے علاوہ تمام انبیاء والمرسلین من الصلوات افضلہا و من التسلیمات کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔(۴۶)

حوالہ جات

۱۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی / دفتر دوم، مکتوب ۳۷/ص ۱۲۸

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ مکتوبات/ دفتر اول، مکتوب ۴۶/ص ۱۷۰

۵۔ ایضاً

۶۔ مکتوبات/ دفتر سوم، مکتوب ۹۴/ص ۲۸۰

۷۔ ایضاً

۸۔ البقرہ:۲۵۳

۹۔ مکتوبات/ دفتر اول، مکتوب ۹۷/ص ۲۳۷، ۲۳۸

۱۰۔ مکتوبات/ دفتر اول، مکتوب ۹۷/ص ۲۳۸

۱۱۔ القلم:۴

۱۲۔ یٰسین: ۳
۱۳۔ انعام: ۱۵۳
۱۴۔ مکتوبات/ دفتر اول، مکتوب ۴۱/ص ۱۵۱
۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ مکتوبات/ دفتر سوم، مکتوب ۱۲۲/ص ۳۷۸
۱۷۔ النساء: ۸۰
۱۸۔ مکتوبات/ دفتر اول، مکتوب ۱۵۲/ص ۳۴۱
۱۹۔ مکتوبات / دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب ۲۳۱/ص ۱۳۹
۲۰۔ مکتوبات/ دفتر دوم، مکتوب ۵۴/ص ۱۹۱، ۱۹۶
۲۱۔ مکتوبات/ دفتر دوم، مکتوب ۵۴/ص ۱۹۴
۲۲۔ مکتوبات/ دفتر اول، مکتوب ۴۷/ص ۲۲۷
۲۳۔ مکتوبات/ دفتر اول، مکتوب ۱۱۴/ص ۳۰۰
۲۴۔ ایضاً/ص ۳۰۱
۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ روم: ۳۲
۲۷۔ مکتوب دفتر اول، مکتوب ۸۰/ص ۲۴۰
۲۸۔ دفتر اول، مکتوب ۸۰
۲۹۔ ایضاً/ص ۲۴۱
۳۰۔ فتح: ۲۹
۳۱۔ توبہ: ۱۰۰
۳۲۔ فتح: ۲۹
۳۳۔ انفال: ۶۴
۳۴۔ مکتوبات/ دفتر دوم، مکتوب ۹۶/ص ۳۰۹
۳۵۔ دفتر اول، مکتوب ۴۴/ص ۱۶۴
۳۶۔ ایضاً
۳۷۔
۳۸۔ دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب ۲۷۲/ص ۳۱۶
۳۹۔ مکتوبات/ دفتر اول، مکتوب ۱۳۵/ص ۳۲۴
۴۰۔
۴۱۔ مکتوبات/ دفتر سوم، مکتوب ۶۴/ص ۱۸۸
۴۲۔ مکتوبات/ دفتر سوم، مکتوب ۱۰۰/ص ۳۰۹
۴۳۔ الصف: ۶
۴۴۔ مکتوبات/ دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب ۲۰۹/ص ۷۹
۴۵۔ مکتوبات/ دفتر دوم، مکتوب ۷/ص ۴۱۔
۴۶۔ مکتوبات/ دفتر دوم، مکتوب ۷/ص ۴۱

تاریخ انبیائے قرآن

پروفیسر مولانا غلام عباس قادری

صفحات: ۴۴۸ قیمت: ۲۲۴

ناشر:

مکتبہ فیض القرآن دوکان نمبر ۱۲۔ قاسم سینٹر اردو بازار کراچی